34- سُوْرَۃُ سَبَأٍ

آیات : 54 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 7

زمانۂ نزول:

سورت ﴿سبا﴾ اعلانِ عام کے بعد رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی، جب آپ ﷺ پر شک و ریب کے ساتھ الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، جیسے: ﴿مَجنُون، سَاحِر، مُفتَرِی﴾ وغیرہ لیکن مخالفت نے شدت پیدا نہیں کی تھی۔ آلِ داوٗدؑ سے جس شکر کا مطالبہ کیا گیا تھا، وہی قریش سے کیا گیا ہے اور اُنہیں قومِ سبا کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ جنات اور ملائکہ کی عبادت کے عقیدے کو ترک کرنے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے۔

● سورۃ سَبَأ کا کتابی ربط:

1- پچھلی سورت ﴿الاحزاب﴾ میں ﴿خاتم النبیین﴾ محمد ﷺ پر رحمت اور سلامتی کا مضمون تھا، یہاں سورۃ ﴿سبأ﴾ میں آپ ﷺ کو ﴿بشیر و نذیر﴾ بتا کر مشرکین کے الزامات سے بری کیا گیا ہے۔

2- پچھلی سورت ﴿الاحزاب﴾ میں رسول اللہ ﷺ پر منافقین کے اعتراضات نقل کیے گئے تھے۔ یہاں سورت ﴿سبا﴾ میں مشرکینِ مکہ کے اعتراضات نقل کیے گئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو گھڑ لیا ہے۔ یہ افتراء ہے۔ افک ہے اور کھلا جادو ہے۔

● اہم کلیدی الفاظ اور مضامین:

1- سورت سبا میں ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کے الفاظ سے بار بار مشرکینِ مکہ کے اعتراضات والزامات نقل کیے گئے۔

(a) مشرکینِ مکہ کہتے تھے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی۔ انہیں اللہ کی صفات کی تفصیل بیان کر کے جواب دیا گیا کہ یہ آ کر رہے گی۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ﴾ (آیت:3)۔

(b) مشرکینِ مکہ کو رسولِ کریم ﷺ کی دعوت پر حیرت تھی کہ جب انسان زمین میں تحلیل ہو جائے گا تو نئے سرے سے کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ (آیت:7)

(c) مشرکینِ مکہ کے ظالم اور متکبر لیڈر صاف کہتے تھے کہ وہ قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں قیامت کے مناظر سے ڈرایا گیا۔ قیامت کے دن ان مغرور لیڈروں سے اُن کے کمزور کیے گئے پیروکار کہیں گے: "اگر تم لوگ نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہو جاتے"

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (آیت:31)۔

(d) مشرکینِ مکہ کا رسولِ کریم ﷺ پر یہ اعتراض تھا کہ وہ لوگوں کو اُن کے باپ دادا کے طریقۂ عبادت سے روک رہے ہیں اور قرآن ایک جھوٹ افتراء اور کھلا جادو ہے۔ ﴿مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (آیت:43)

2- رسول اللہ ﷺ پر اعتراضات کیے گئے کہ قرآن افتراء ہے (8) آپ پر جنون ہے (8) یہ جھوٹ ہے (43)

آپ ﷺ صرف انسان ہیں (43) قرآن ایک کھلا ہوا جادو ہے۔ (43)

(a) مشرکین کا الزام تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ پر جھوٹ گڑ لیا ہے، یا پھر آپ پر ﴿جنون﴾ یعنی دیوانگی طاری ہے۔ ﴿اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ﴾ (آیت:8)۔

(b) اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو دعوت دی کہ وہ غور کریں کہ کیا محمد ﷺ کو جنون لاحق ہے؟ ایسا نہیں ہے ﴿مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ﴾۔ بلکہ محمد ﷺ کو تو ایک سخت عذاب سے متنبہ اور خبردار کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ (آیت:46)۔

3- مشرکین مکہ ﴿آخرت پر شک﴾ کیا کرتے تھے۔ اُنہیں یقین نہیں تھا۔ وہ پوچھتے تھے کہ یہ کب آئے گی؟

(a) وہ منکرِ قیامت تھے۔ صاف کہتے تھے کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ ﴿لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ﴾ (آیت:3)۔

(b) وہ بار بار پوچھتے تھے کہ قیامت کا یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (آیت:29)۔

(c) آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے لیے عذاب ہے۔

﴿بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ﴾ (آیت:8)۔

(d) اللہ چاہتا ہے کہ آخرت پر ایمان لانے والوں کو اور آخرت پر شک کرنے والوں کو ممیز کر دے۔ ابلیس کے پھندے سے بچا جا سکتا ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ (آیت:21)۔

(e) روزِ قیامت آخرت پر شک کرنے والوں اور اُن کے خواہشات کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی۔ یہی معاملہ پچھلے لوگوں کے ساتھ بھی ہوگا جو شک میں مبتلا تھے اور دوسروں کو بھی شک میں مبتلا کرتے رہے۔

﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ﴾ (آیت:54)۔

4- لیڈر اور اُن کے پیروکار: سورت ﴿سبا﴾ میں مغرور و متکبر لیڈروں کے لیے ﴿الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا﴾ اور پیروکاروں کے لیے ﴿الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا﴾ ''کمزور کیے گئے یعنی دبائے گئے'' لوگوں کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ انہیں ﴿مترفین﴾ بھی کہا گیا۔

(a) قیامت کے دن یہی ﴿مُسْتَضْعَفِين﴾ اپنے متکبر لیڈروں سے کہیں گے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ایمان لاتے

﴿لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ﴾ یعنی ہمارے ایمان کی راہ میں آپ ہی رکاوٹ تھے۔ (آیت:31)

(b) روزِ قیامت وہ پچھتائیں گے۔عذاب دیکھ کر نادم اور شرمسار ہوں گے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ (آیت:33)۔

(c) روزِ قیامت لیڈر اپنے پیروکاروں سے پوچھیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم خود مجرم تھے۔تم نے اپنی عقل سے کام کیوں نہیں لیا؟ تم نے ہماری پیروی کیوں کی۔ثابت ہوا ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔(آیت:32)۔

﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ﴾

(d) ﴿مُتْرَفِين﴾ یعنی خوشحال لوگوں کے بارے میں یہ تاریخی حقیقت بیان کی گئی کہ جب بھی کسی بستی میں کوئی رسول خبردار کرنے کے لیے آیا تو اُن کے ﴿مُتْرَفِين﴾ نے صاف کہہ دیا کہ جس چیز کو دے کر آپ کو بھیجا گیا ہے، ہم اُس کا انکار کرتے ہیں۔(آیت:34)

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾

5- ﴿شکر﴾ سورت ﴿سبا﴾ کا ایک اہم موضوع ہے۔

(a) آلِ داودؑ سے ﴿شکر﴾ کا مطالبہ کیا گیا کہ حضرت سلیمانؑ کے لیے جنات بہت سے کام کیا کرتے تھے۔جنات کو ان کا تابع کر دیا گیا تھا۔اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی کہ انسانوں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو ﴿شکر﴾ ادا کرتے ہیں۔﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ (آیت:13)

(b) قومِ سبا سے کہا گیا تھا کہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں پر اللہ کا ﴿شکر﴾ ادا کریں۔وہ مغفرت فرمانے والا ہے۔

﴿كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ﴾ (آیت:15)۔

(c) قومِ سبا کو اُن کی ﴿ناشکری﴾ کی سزا دی گئی۔یہ اُصول بتا دیا گیا ہے کہ ناشکروں ہی کو اس طرح کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾ (آیت:17)۔

(d) قومِ سبا ایک ناشکری قوم تھی، جس کے سبب انہیں دو سرسبز و شاداب باغوں کے بجائے بیر اور اثل کے جنگل دیے گئے۔اسے داستان بنا دیا گیا۔اِن کے انجام میں ہر ﴿صابر و شاکر﴾ آدمی کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے۔

﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ (آیت:19)۔

6- سورت ﴿سبا﴾ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی وضاحت کی گئی کہ وہ ﴿غیب﴾ کا مکمل علم رکھتا ہے۔

(a) زمین وآسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ﴿عالم الغیب﴾ ہے۔

﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَآ أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ﴾ (آیت:3)۔ اللہ تعالیٰ ﴿عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (آیت:48)۔

(b) جنات بھی علمِ غیب نہیں رکھتے۔ حضرت سلیمانؑ نے کھڑے کھڑے وفات پائی۔ وہ اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے۔ جنات انہیں زندہ سمجھ کر اطاعت کرتے رہے، لیکن جب دیمک نے لاٹھی کو چاٹ لیا اور حضرت سلیمانؑ گر پڑے، تب یہ حقیقت کھلی کہ وہ علمِ غیب نہیں رکھتے ورنہ اس ذلت میں مبتلا نہ ہوتے۔ ﴿لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾ (آیت:14)۔

سورۃ السَّبَا کا نظمِ جلی

1- آیات 1 تا 9 : پہلے پیراگراف میں، ﴿اللہ تعالیٰ کی صفات﴾ بیان کی گئیں اور ﴿عقیدۂ آخرت پر اعتراضات﴾ نقل کر کے جواب دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، وہی قابلِ تعریف ہے۔ آخرت میں بھی اُسی کی حمد ہے۔ حکیم وخبیر ہے۔

اللہ کا علم: زمین میں جو داخل وخارج ہوتا ہے۔ آسمان سے جو چڑھتا اترتا ہے، اُن سب کا علم رکھتا ہے وہ رحیم وغفور ہے۔ منکرینِ آخرت اور منکرینِ قیامت کو بتایا گیا کہ قیامت آکر رہے گی۔ اللہ سے، زمین وآسمان کی کوئی چھوٹی بڑی چیز مخفی نہیں۔ ایک نمایاں کتاب میں درج ہے۔

قیامت کا مقصد، نیک لوگوں کو جزا دینا اور برے لوگوں کو سزا دینا ہے۔ صاحبِ ایمان وعملِ صالح کے لیے مغفرت اور رزقِ کریم ہے۔ آیات کو نیچا دکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والے بدکاروں کے لیے عذاب ہے۔ (آیت:4 تا 5) قرآن سراسر حق ہے۔ خدائے عزیز وحمید کا راستہ دکھاتا ہے۔ (آیت:6) جبکہ منکرین اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو ﴿جنون﴾ لاحق ہے۔ نہیں بلکہ یہ خود گمراہ ہیں۔ انہیں عذاب دیا جائے گا۔

اللہ کی طاقت اور قدرت سے ڈرایا گیا کہ اللہ وہ ہستی ہے جو انہیں زمین میں دھنسا سکتی ہے اور ان پر آسمان ٹوٹ سکتا ہے ہر منیب بندے کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

2- آیات 10 تا 14 : دوسرے پیراگراف میں، ﴿حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی شکرگزاری﴾ کی تفصیل ہے۔

(a) حضرت داوٗدؑ کو فضل عطا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو، ان کے ساتھ ہم آہنگی کا حکم دیا۔ ان کے لیے لوہا نرم کیا۔ انہیں زرہیں بنانے، حلقے ٹھیک رکھنے اور نیک عمل کرنے کی ہدایت دی گئی۔

(b) حضرت سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا۔ایک ماہ کے سفر کا راستہ صبح کو، اور ایک ماہ کا شام کو طے ہوتا تھا۔
ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا، ان کے لیے جنات تابع کر دیئے گے۔
حضرت سلیمانؑ نافرمان جنوں کو آگ کا مزہ چکھاتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے لیے جنات اونچی عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے لگن اور بڑی دیگیں بناتے تھے۔انہیں حکم دیا گیا ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾
اے آلِ داؤد! شکر کے طریقے پر عمل کرو! (آیت:12 تا 13) لیکن انسانوں میں بہت کم شکر گزار ہوتے ہیں۔

(c) جنات غیب کا علم نہیں رکھتے: حضرت سلیمانؑ کی موت سے جنات لاعلم رہے۔گھن عصا کو کھا رہا تھا۔جب حضرت سلیمانؑ گر پڑے، تب جنات کو احساس ہوا کہ وہ غیب کے عالم نہیں ہیں، ورنہ یہ ذلت نہ اٹھاتے۔(آیت: 14)

3- آیات 15 تا 20 : تیسرے پیراگراف میں، ﴿قوم سبا کی ناشکری اور انکارِ آخرت﴾ کا تذکرہ ہے۔

قوم سبا یمن میں آباد تھی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں باغات عطا کیے تھے۔انہیں نعمتوں پر شکر کا حکم دیا گیا تھا، لیکن انہوں نے نافرمانی، نمک حرامی اور ناشکری سے کام لیا۔(آیت:15)

انہیں سزا دی گئی۔سیلاب آیا۔دو سرسبز و شاداب باغات کے بدلے میں دو خمط (کڑوے)، اَثْل (جھاؤ)، سِدْر (بیر) کے درخت اگا دیئے۔اللہ تعالیٰ نے سبا اور فلسطین کے درمیان نمایاں بستیاں بسائیں۔تجارتی شاہراہیں اور منزلیں بنیں۔پرامن سفر کی راہ ہموار ہوئی۔لیکن انہیں آبادی کھلنے لگی۔انہوں نے دعا کی کہ ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کردے۔﴿رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا﴾ چنانچہ ان پر عذاب آیا۔اللہ نے انہیں قصۂ پارینہ بنادیا۔تاریخ کے اس واقعہ میں ہر صابر و شاکر کے لیے سبق ہے۔
قوم سبا ابلیس کے دام میں گرفتار ہو کر رہے۔اہلِ ایمان بچ نکلے۔قوم سبا آخرت کی منکر تھی۔اللہ چاہتا تھا کہ منکرینِ آخرت سے مومنینِ آخرت کو ممیز اور ممتاز کردے۔

4- آیات 21 تا 28 : چوتھے پیراگراف میں، ﴿دلائلِ توحید﴾ ہیں، ردِ شرک ہے اور منصب رسالت کی وضاحت ہے۔

(a) دلائلِ توحید: مشرکین کو چیلنج کیا گیا کہ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ زمین و آسمان میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ان کی سفارش بھی کام نہیں آسکتی۔شفاعت اللہ کی مرضی کے بغیر ممکن نہیں۔(روزِ قیامت) شافع پر بھی گھبراہٹ طاری ہوگی۔ان سے پوچھا گیا آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ اللہ۔ایسی صورت میں لامحالہ ہم میں اور تم میں، کوئی ایک ہدایت پر ہے۔ہر آدمی کو اپنی بھلائی کے لیے سوچنا ہوگا۔ہماری قصور کی باز پرس، تم سے نہ ہوگی اور نہ تمہارے قصوروں کی، ہم سے ہوگی۔روزِ قیامت اللہ سب کو جمع کرے گا۔عدل کرے گا۔زبردست اور علیم ہے۔

(c) منصب رسالت کی تشریح: رسول اللہ ﷺ کو ساری دنیا کی طرف ایک خوشخبری دینے والے اور ایک خبردار کردینے والے کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جاننا چاہتے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

5- آیات 29 تا 42 : پانچویں پیراگراف میں، متکبر قیادت (Leadership)، شرک اور انکارِ آخرت کے اسباب کی وضاحت کی گئی۔

منکرینِ آخرت قیامت کا وقت پوچھتے ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ اس کا وقت مقرر ہے۔

(a) متکبر قیادت پر واضح کیا گیا کہ وہ عام لوگوں کی ہدایت کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ روزِ قیامت عوام کہیں گے کہ اگر آپ لوگ نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ وہ الٹا انہیں الزام دیں گے اور کہیں گے کہ تم خود مجرم تھے۔ دونوں شرمسار ہوں گے۔ ان کی گردنوں میں پھندا ہوگا۔

(b) ﴿مترفین﴾ کے بارے میں یہ اُصول بیان کیا گیا کہ انہوں نے ہمیشہ رسولوں کا انکار کیا۔ انہیں اپنی اولاد اور اپنے مال پر ناز تھا اور یہ خوش فہمی کہ ہمیں سزا نہیں دی جائے گی۔ ﴿نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَّأَوْلَادًا﴾۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ وہ انہیں بتادیں کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور تقرّبِ الٰہی، اموال و اولاد سے نہیں، بلکہ ایمان اور عملِ صالح سے حاصل ہوتا ہے۔ ہماری آیات کو، نیچا دکھانے والوں کے لیے عذاب ہوگا۔

(c) مشرکینِ مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ بتایا گیا کہ روزِ قیامت فرشتوں سے سوال ہوگا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ فرشتے اللہ کی بے عیبی کا اعتراف کریں گے کہ اللہ ہی اُن کا سرپرست ہے۔ بعض

(d) مشرکینِ مکہ جنات کی عبادت کرتے تھے یعنی جنات سے ڈر کر اُن کی پناہ لیا کرتے تھے۔ قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا کہ اُس دن فائدہ اور نقصان کسی کے اختیار میں نہ ہوگا۔

6- آیات 43 تا 46 : چھٹے پیراگراف میں ﴿رسول ﷺ پر کیے گئے اعتراضات﴾ نقل کر کے اُن کا جواب دیا گیا۔

قرآن کی آیات کی تلاوت پر آپ ﷺ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ محض ایک انسان ہیں، رسول نہیں ہیں، جو باپ دادا کے طریقۂ عبادت سے روکنا چاہتے ہیں۔ یہ قرآن جھوٹ ہے۔ گھڑا گیا ہے۔ جادو ہے۔ رسول کریم ﷺ کو ﴿جنون﴾ لاحق ہے۔ انہیں دعوتِ فکر دی گئی کہ وہ اکیلے یا مل کر غور و فکر کریں کہ کیا ﴿مجنونوں﴾ کی باتیں ایسی ہوتی ہیں؟ آپ ﷺ تو صاف خبردار کردینے والے ہیں۔

7- آیات 47 تا 54 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں ﴿دلائلِ رسالتِ محمدیؐ﴾ دیے گئے اور عذابِ قیامت سے ڈرایا گیا۔

(a) محمد ﷺ تو کسی اجر کے طالب نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر حق وحی کرتا ہے۔ (آیت: 47)

حق آگیا ہے۔ اب باطل کے لیے کچھ نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ اگر میں گمراہ ہوں

تو اس کا وبال مجھ پر ہے۔ اگر میں ہدایت پر ہوں تو وحی کی بنا پر ہوں۔ اللہ دیکھتا ہے۔ سنتا ہے۔ وہ بہت قریب ہے۔

(b) کافر لوگ روزِ قیامت گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ بچ کر نہ جاسکیں گے۔ قریب کی جگہ پر پکڑ لیے جائیں گے۔ (آیت 51)

کہیں گے۔ "ایمان لائے ہیں۔" (لیکن اب ایمان نافع نہ ہوگا) (آیت 52)

دوزخیوں کا جرم یہ ہوگا کہ یہ رسالت کا انکار کرتے تھے۔ دور کی کوڑیاں لایا کرتے تھے۔ تمناؤں میں اسیر تھے۔ پچھلی قوموں کی طرح ان کی اور ان کی خواہشات کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی، کیونکہ یہ بھی خود شک میں مبتلا تھے اور دوسروں کو بھی شک میں مبتلا کیا کرتے تھے۔

مرکزی مضمون

توحید، رسالت محمدی ﷺ اور آخرت پر سطحی اعتراضات سے بچنا چاہیے۔ قرآنی دلائل کی روشنی میں جائزہ لے کر ناشکری، مترف، متکبر قیادت کی پیروی سے بچنا چاہیے۔ تذبذب اور تشکیک سے بچ کر ایمان لانا چاہیے۔